OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
October–December -2023
Vol: 8, Issue:32
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

عصر حاضر کے جدت پسند سکالر جاوید احمد غامدی کے فقہی اُصول اور بعض آراء کا جائزہ

A Review of the Jurisprudential Principles and Some Opinions of Javed Aḥmad Ghamdī, a Modernist Scholar

Mufti Abdul Haq Hqqani
Ph.D. Research Scholar, Faculty of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta:hqqanijanan@gmail.com
Kalemullah Dawod
Lecturer Department of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta:kaleem511@gmail.com

Abstract:

God has endowed Sharia with the adaptability required for deduction of solutions for the evolving issues according to the changing circumstances. The Basic sources, unanimously acknowledged by the major Sunni schools of thought, include the Qurān, Ḥadīth (Prophet's sayings), consensus of the Muslim community (Ijmā), and analogical reasoning (Qiyās), serving as the basis for deriving legal rulings in Sharia. Nevertheless, in contemporary times, some scholars have engaged in discussions on jurisprudential matters based on self-invented principles that deviate from the established consensus of the Muslim community. Javed Aḥmad Ghāmidī is among the scholars who have introduced four principles: Fitrah (natural disposition), the Sunnah of Prophet Ibraḥīm (Abraham), pre-Islamic scriptures and the Qurān as the final source. This article endeavors to explore these four principles, elucidating their concepts and details in a descriptive manner. The significance of this exploration is underscored by the influence Ghamidī holds, particularly among the majority of young Muslims who articulate his arguments. Consequently, it is deemed imperative to undertake this in-depth Study.

Keywords: Sources of Islamic Sharia, Sunnah, Qurān, Ghāmdī,

اس مضمون میں جاوید احمد غامدی صاحب کے فقہی اُصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے، غامدی صاحب کے فقہی لٹریچر کا بنظر غائر جائزہ لینے کے بعد مقالہ نگاران اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ استنباط احکام میں ان کے بنیادی اُصول چار ہیں: ۱۔ فطرت۔ ۲۔ سنت ابراہیمی۔ ۳۔ نبیوں کے صحائف۔ ۴۔ قرآن۔ ان اُصولوں میں درجات بھی وہی رکھے گئے ہیں جو بیان ہوئے کہ پہلا درجہ فطرت کا ہے پھر سنت ابراہیمی کا پھر نبیوں کے صحائف اور آخر میں قرآن کا درجہ رکھا گیا ہے۔

تحقیق کا منہج سادہ، بیانیہ اور تجزیاتی رکھا گیا ہے نہ کسی کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے اور نہ اس میں کوئی خاص تنقید کی گئی ہے عام انداز بیان کے ساتھ تحقیقی منہج کو اپنایا گیا ہے، مذکورہ موضوع پر لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب چونکہ ایک جدت پسند شریعہ اسکالر ہے جنہوں نے جمہور اُمت کے بر خلاف نئے فقہی اُصول اپنائے ہیں جس کی وجہ سے چودہ سو سال سے مروج دین اسلام کا جو نقشہ ہے اس میں کلیدی قسم کے اختلافات نمایاں ہوئے ہیں اور اسلام اور تعلیمات اسلام کی تشریح ایک نیا رُخ اختیار کر گئی ہے۔ موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان نوجوان طبقہ کی ایک بڑی تعداد غامدی صاحب سے متاثر نظر آتی ہے اور وہ ان کے دلائل کو پیش کرتے ہیں لہذا ضروری سمجھا گیا کہ اس پر تحقیقی کام کیا جائے۔

تعارف جاوید احمد غامدی:

جاوید احمد غامدی صاحب فراہی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے عصر حاضر کے ایک معروف و مشہور دانشور، مفکر، مصلح، شاعر، شارح قرآن اور ماہر تعلیم ہیں، آپ 1951ء میں صوبہ پنجاب کے ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے، وہیں سے میٹرک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1967ء میں لاہور چلے گئے اور پھر وہیں کے ہو گئے، گورنمنٹ کالج لاہور سے 1972ء میں بی۔اے آنرز کا امتحان پاس کیا۔[1]۔ جناب غامدی صاحب اپنی عملی زندگی کے آغاز پر پاکستان کی مشہور اسلامی تحریک جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے۔ اس عرصہ میں امیر جماعت سید ابوالاعلی مودودی (1903ء۔1979ء) کی قربت انہیں حاصل رہی۔ 1977ء میں انہوں نے "جماعت اسلامی" سے کنارہ کشی اختیار کر لی اس مرحلہ پر انہوں نے جماعت کے سابق رکن مجلس شوری اور معروف مفسر قرآن مولانا امین احسن

[1]۔ شاہ عمران حسن، حیات غامدی، رہبر بک، نیو دہلی، ۲۰۱۷ء، ص: ۳۳
Shāh Imrān Hasan, Hayat e Ghāmdī, Rahbar book, New Dihlī, 2017, 33

اصلاحی (1904ء۔ 1991ء)سے وابستگی اختیار کی اوران سے آخری دم تک مضبوط تعلق رہا۔ کہتے ہیں کہ میں نے مولانا امین احسن اصلاحی کو1973ء میں دیکھااور پھر کسی اور طرف نہیں دیکھا۔[2]

یہ بات تو یقینی ہے ہر شخص کی زندگی میں کئی اساتذہ کرام کا عمل دخل ہوتاہے مگر جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے دیگر اساتذہ تقریباًگمنام ہیں ان میں اگر سب سے نمایاں کردار نظر آتاہے تو وہ مولانا احسن اصلاحی کا ہے جن کی شاگردی پر تاحال غامدی صاحب کو بھی فخر ہے۔[3] البتہ جناب غامدی صاحب نے اپنے اس استاد کے بھی بہت سارے نظریات اور افکار سے بھی ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غامدی صاحب نے1980ء میں ادارہ "المورد" کی بنیاد رکھی۔اس ادارے میں علوم اسلامیہ کی اس دور سے تاحال سرپرستی کررہے ہیں۔[4] ایک اور تنظیم "دانش سرا" کے بھی بانی اور سرپرست ہیں، اُردو ماہنامہ مجلہ "اشراق"اور انگریزی ماہنامہ مجلہ Renaissance جاری کیے،جدید ذرائع ابلاغ،ٹیلی ویژن،انٹرنیٹ،سوشل میڈیااور دیگر سمعی وبصری معاونات (Audio Visual Aids)کے ذریعے اپنا فکری پیغام مسلم اُمت کے نوجوان طبقہ تک پہنچایا۔جناب غامدی صاحب اسلام کی جو تشریح بیان کرتے ہیں وہ آئمہ اربعہ اور نبی ﷺ کے زمانے سے آج تک جو تشریح چلی آرہی ہے اس سے یکسر مختلف ہے۔قرن اول سے آج تک اسلام قرآن،حدیث،اجماع اور قیاس کی روشنی میں سمجھا گیاہے جب کہ غامدی صاحب نے اسلام کی تشریح کا مدار عقل پر رکھا انہوں نے قرآن کو بھی عقل کے تابع بنادیاوہ روایتی انداز سے ہٹ کر ہر چیز کو تدبرو تفکر اور عقل کی روشنی میں پرکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء کرام اور روایت پسند طبقہ کے یہاں وہ تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں،آپ نے دین کی تشریح اور تفہیم کے لئے اپنے مخصوص اُصول وضع کئے اسی وجہ سے آپ کے تفردات بہت زیادہ ہیں۔

اسلام سے متعلق مختلف موضوعات پر سینکڑوں لیکچرز دیئے ہیں، تفسیر البیان کے علاوہ میزان اور مقامات ان کی اہم کتابیں ہیں۔مغربی فکر سے راہنمائی لے کر حقوق انسانی،اسلامی قوانین، خصوصاً جرم وسزا کے قوانین، صحفِ

[2]. غامدی،جاوید احمد،ماہنامہ اشراق،روایتوں کی حقیقت،شمارہ ۱۔۲ جنوری فروری،۱۹۹۸ء، ۱۰/۹

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mahnāma Ishrāq, Rawayaton kī Haqīqat, Shumārah:1-2 January-february, 1998, 9/10

[3]. غامدی،جاوید احمد،میزان،دارالاشراق،لاہور،۲۰۰۲،ص:۲

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, Dārul Ishrāq, Lahore, 2002, 2

[4]- htt//www.al-mawrid.org Date of Access, 23-09-2023

سماویہ، جہاد اور اجتہاد پر ان کی آراء مسلمہ دینی فکر کے حامل روایت پسند علماء سے کافی مختلف ہیں 2006 سے 2010 تک "اسلامی نظریاتی کونسل" کے ممبر رہے[5]

جاوید احمد غامدی صاحب کے فقہی اُصول و آراء کا جائزہ:

فقہی مسائل واحکام کے استنباط کے لئے جمہور اُمت اور آئمہ اربعہ نے جو متفقہ اُصول وضع کئے ہیں ان کی تعداد تقریبا چار ہے اور انہی پر فقہ کے بڑے چار مشہور آئمہ کرام کا اتفاق بھی ہے جہاں تک بات ہے جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی تو ان کے یہاں بھی اُصول دین یا اُصول شریعت چار ہی ہیں مگر وہ جمہور اُمت سے یکسر مختلف ہیں آپ نے ماخذ دین یا اُصول شریعت مندرجہ ذیل چار بتائے ہیں یہی بات انہوں نے اپنی تالیف "اُصول اور مبادی" میں یوں لکھی ہے:

"ماخذ دین درج ذیل ہیں: ۱۔ دین فطرت۔ ۲۔ سنت ابراہیمی ۔ ۳۔ نبیوں کے صحائف۔ ۴۔ قرآن۔"[6]

اور یہی ترتیب ان کے یہاں درجات میں بھی ملحوظ ہے یعنی سب سے پہلا ماخذ دین فطرت، پھر سنت ابراہیمی، پھر نبیوں کے صحائف اور آخر میں قرآن ہے یعنی اگر ان اُصولوں میں کبھی تضاد آجائے تو ترجیح فطرت اور عقل کو ہوگی پھر دوسرے درجے میں سنت ابراہیمی کو پھر نبیوں کے صحائف جیسے تورات انجیل وغیرہ کو ہوگی آخر میں قرآن کا درجہ ہوگا، ان اُصولوں کا مختصر بیان حسب ذیل ہے:

۱۔ فطرت:

فطرت انسانی عقل کی طرح ایک ایسا ملکہ ہے جس سے خیر وشر کی پہچان ہوتی ہے یہی قرآن کریم میں سورہ الشمس کے مضمون کا خلاصہ ہے: "وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا"[7]

"قسم ہے انسانی جان اور اس کو خوبصورت بنانے والے کی پس انہوں نے اس جان میں بدکاری اور تقوی کی بات ڈال دی۔"

---

[5]۔ شاہ عمران حسن، حیات غامدی، ص: ۱۵۰

Shāh Imrān Hasan, Hayat e Ghāmdī,150

[6]۔ غامدی، جاوید احمد، **میزان**، ص: ۳۷

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 37

[7]۔ سورہ الشمس: ۹۱۔ ۸: ۷

Al Qur'ān,:91:7-8

اس وجہ سے غامدی صاحب کے یہاں سب سے پہلا اور اہم اُصول "فطرت" ہے وہ اس اُصول کے تحت بہت سارے احکام و مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور خاص کر فقہ میں جہاں حلت و حرمت کی بحث ہوتی ہے وہاں غامدی صاحب اُصول فطرت سے ہی استدلال کرتے ہیں اور جب کہیں حلت و حرمت میں فطرت کا دیگر ادلہ سے تعارض اور ٹکراؤ آجائے تو ان دیگر ادلہ میں تاویل کرتے ہیں اور فطرت کو دیگر ادلہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غامدی صاحب لوگوں میں کس کی فطرت کو معتبر مانتے ہیں؟ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر فطرت میں اختلاف رونما ہو جائے تو جمہور کی فطرت کا اعتبار ہوگا:

"اس میں شبہ نہیں کہ انسانوں کی یہ فطرت کبھی مسخ بھی ہو جاتی ہے لیکن دنیا میں انسانوں کی عادات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد بالعموم غلطی نہیں کرتی"[8]

مگر عجیب بات یہ ہے کہ جناب غامدی صاحب کے اسی اُصول فطرت کو اگر سامنے رکھا جائے تو اس وقت دنیا میں جمہور اُمت موسیقی کو حرام اور ناجائز سمجھتی ہے تو پھر غامدی صاحب اس کو حلال کیوں سمجھتے ہیں؟ اور آج کل مغرب میں سور کی ایک قسم کی فارمنگ ہوتی ہے اور ان کو فارم میں پالا جاتا ہے جس کو اکثر لوگ حلال سمجھتے ہیں اور اسے بلا چون و چرا کھاتے ہیں اور اسی طرح مسلم اُمت کے علاوہ مغرب کی ایک بڑی تعداد زنا اگر باہمی رضامندی سے ہو تو اسے جائز قرار دیتے ہیں جمہور کی اس رائے کو دیکھتے ہوئے جناب غامدی صاحب کے اُصول فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ بھی حلال اور جائز ہونا چاہیئے۔ جہاں تک بات ہے مسلم اُمت میں زنا اور سور کے حرام اور ناجائز ہونے کی تو اس کی وجہ فطرت نہیں بلکہ اس کی وجہ قرآن اور احادیث کے فرمودات ہیں اگر قرآن واحادیث کے فرمودات کو سامنے نہ رکھا جائے تو دین اسلام میں اور کوئی چیز سور اور زنا وغیرہ کی حرمت پر دال نہیں ہے۔

جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے اس اُصول فطرت کا تقاضا ہے کہ بنی نوع انسان ہی شارع ہے اور اس کو حلت و حرمت کا حق حاصل ہے جب کہ شارع تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں اس کے علاوہ کسی کو حلت و حرمت کا حق حاصل نہیں ہے غامدی صاحب اس اُصول کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"اس دین کی تاریخ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی نے دنیا میں بھیجا تو اس کے بنیادی حقائق کو ابتداء ہی سے ان کی فطرت میں ودیعت کر دیا پھر اس کے ابوالآباء حضرت آدم کی وساطت سے اسے بتادیا کہ اس کی ضرورتوں کے پیش

[8]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۳۶

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 36

نظر اس کا خالق وقتاً فوقتاً اپنی ہدایت اسے بھیجتا رہے گا چنانچہ پروردگار نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور انسانوں ہی سے کچھ ہستیوں کو منتخب کر کے ان کے ذریعے اپنی یہ ہدایت بنی آدم کو پہنچائی اس میں حکمت بھی تھی اور شریعت بھی"[9]

غامدی صاحب کی اس عبارت سے کئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ انسانی فطرت میں کچھ بنیادی چیزیں ودیعت کردی گئی ہیں جن کے لئے وحی کی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی انسانی فطرت میں موجود ہیں اگر ایسا ہی ہے تو پھر دنیا کی اکثر آبادی کفار کی کیوں ہے؟ حالانکہ انسانیت کی فطرت میں بنیادی حقائق موجود ہیں اور سب سے پہلی بنیادی حقیقت تو اسلام ہے اور جب اسلام ان کی فطرت میں داخل ہے تو پھر تبلیغ اسلام کا کیا مطلب ہوا اور کیا فائدہ ہوا؟ اور انسان کا جو نہی دنیا میں نزول ہوا تو فوراً دشمنی کیوں شروع ہوئی ؟حالانکہ ان کی فطرت میں تھا کہ دشمنی اور کفر غلط چیزیں ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"قَالَ اهْبِطَامِنْهَاجَمِيْعًۢابَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ"[10]

"اللہ تعالی نے فرمایا کہ (اے آدم وحواء) آپ دونوں (جنت) سے اتر جاو نیچے اور وہاں تم لوگ دشمن ہوں گے ایک دوسرے کے)

اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت کو فطرت کے سوا وحی کی ضرورت ہے اور فطرت بغیر وحی کے کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی شرعی طور پر کسی چیز میں رہنمائی کی اہل ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر وحی کے مدمقابل فطرت ہی ایک ایسی چیز ہے جو کچھ چیزوں کی رہنمائی میں اسے وحی کی ضرورت نہیں ہے تو پھر اللہ تعالی پیغمبر آدم علیہ السلام کو کیوں فرمارہے ہیں کہ:

"قُلْنَااهْبِطُوْامِنْهَاجَمِيْعًافَاِمَّايَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْاوَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"[11]

---

[9]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۳۵

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 35

[10]۔ سورہ طہ:۲۰:۱۲۳

Al Qur’ān:20:123

[11]۔ سورہ البقرہ:۲:۳۸۔۳۹

Al Qur’ān:2:38-39

"ہم نے کہا کہ سب کے سب نیچے اترو میری طرف سے اگر ہدایت آجائے اور تم اس ہدایت کی پیروی کروگے تو آپ لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تم لوگ غمگیں ہوگے اور جنہوں نے (اس ہدایت سے روگردانی کی اور) کفر اختیار کر کے اس ہدایت کو جھٹلانے لگیں تو یہ لوگ آگ والے ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

اس آیت کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پوری راہنمائی صرف اور صرف نور ہدایت اور اور نور وحی سے ہی حاصل ہوگی اس کے علاوہ فطرت ایسی چیز نہیں ہے جو فقہی طور پر بغیر وحی کے کسی بھی طرح رہنمائی کرے بلکہ فطرت ہر وقت وحی ہی کی محتاج ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ غامدی صاحب نے لکھا کہ پہلے فطرت انسان کے اندر ودیعت کر دی گئی پھر دنیا میں اس کا نزول ہوا جب کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہی انسان کو اس دنیا میں بھیجا ساتھ ہی وحی الہی سے رہنمائی کا سلسلہ شروع ہوا جس نے اپنی عقل (فطرت) پر زندگی گزارنے کا مدار رکھا تو وہ ناکام ہوا اور جس نے وحی کی اتباع کی اسے نہ دنیا میں کسی قسم کا خوف اور ڈر لاحق ہوا اور نہ ہی آخرت میں اسے کوئی پریشانی ہوگی۔

چوتھی بات یہ قابل غور ہے کہ اگر فطرت میں اتنی استعداد ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا دعوی ہے کہ وہ وحی کے بغیر بھی اچھے اور برے کی پہچان کر سکتی ہے اور یہ حلت اور حرمت کا معیار اور میزان بن سکتی ہے تو پھر فطرت کو طبائع انسانی میں ودیعت کرنے کے بعد وحی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ انبیاء اور پیغمبروں کے سلسلے کا کیا فائدہ؟ پھر تو فطرت ہی کافی تھی۔

پانچویں بات فطرت کے حوالے سے یہ ہے کہ غامدی صاحب نے فطرت انسانی کو مصدر شریعت بنادیا ہے اور اس کے ذریعے حلت اور حرمت کے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے جب کہ اُمت کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کسی نے فطرت کو مصدر شریعت اور اُصول شریعت میں سے اُصول نہیں بنایا ہے اور نہ ہی اس پر فقہی مسائل کا مدار رکھا ہے۔

جناب غامدی صاحب کے برخلاف اُمت مسلمہ اور شریعت اسلام میں یہ اُصول ہے کہ فقہی احکام میں سے فطرت اور عقل سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، دلیل یہ ہے کہ اگر فطرت کو ہی اُصول شریعت اور ماخذ فقہ مان لیا جائے تو اس صورت میں وحی کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر کسی کے پاس کوئی نبی نہیں آیا ہو تب بھی اس کا مواخذہ ہوگا جب کہ یہ قرآن کریم کی صراحت آیت کے خلاف ہے سورہ الاسراء میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا"[12]

"کسی کو ہم تب تک عذاب میں مبتلاء نہیں کرتے جب تک ان کے پاس کسی رسول کو مبعوث نہ کریں"

قرآن کریم میں سورہ الشمس کے اوپر ذکر کردہ مضمون کے مطابق فطرت خیر و شر کی پہچان کا ذریعہ ہے، فطرت کے ذریعے اچھے اور برے کی پہچان ہو جاتی ہے مگر خیر کو اختیار کرنا اور شر سے بچنے کی پابندی محض وحی کی وجہ سے ہے فطرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس شخص کو احکام الٰہی کا پابند نہیں بنایا جس تک وحی نہ پہنچی ہو اگر انسان فطرت کا پابند ہوتا تو ہر حال میں وہ اس بات کا مکلف ہوتا کہ وہ احکام الٰہی کو بجالائے۔

الغرض جناب جاوید احمد غامدی صاحب فطرت کو شریعت کا ایک مصدر اور فقہی احکام کے استنباط کا ایک اُصول مانتے ہیں جب کہ قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ اور مقتضیٰ عقل کے مطابق فطرت بطور مستقل مأخذ شریعت نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور اُمت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہ کسی نے فطرت کو اصل مانا ہے اور نہ ہی دور حاضر میں فطرت کے اُصول شریعت ماننے کا غامدی صاحب کے علاوہ کوئی مستند عالم قائل ہے۔

۲۔ سنت:

جناب غامدی صاحب کا دوسرا اُصول سنت ہے حدیث اور سنت نبوی ﷺ کے حوالے سے تو ایک بات اُمت میں چودہ سو سال سے متفق علیہ ہے کہ یہ اُصول شریعت میں سے دوسرا اُصول ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں بہت سارے دلائل موجود ہیں کچھ کا تذکرہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے:

"کل أمتی یدخلون الجنة إلا من أبی قالوا یارسول اﷲ!ومن یأبی قال: من أطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبی"[13]

"میری اُمت کے تمام لوگ جنت میں جائینگے البتہ جنھوں نے انکار کیا۔ اصحاب رسول ﷺ نے سوال کیا کہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری بات مانی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نہ مانی اس نے انکار کیا۔"

---

[12] ۔ سورہ الاسراء: ۱۷: ۱۵

Al Qur'ān:17:15

[13] ۔ بخاري، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بالسنن، ح: ۷۲۸۰، ج: ۲، ص: ۱۰۸۰

Bukhārī, Muhammad ibn Ismāil, al-jame al-Sahīh, Kitab-al-I'tesām bilkitab e wasunat, Bāb al iqtedā bisunan, Hadith No 7680, 2/1080

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالی نے بار بار یہ بات ہمیں سمجھائی ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ درحقیقت رسول اللہ کی اطاعت ہی اللہ تعالی کی اطاعت ہے مثلاً سورۃ النساء میں فرمایا:

''مَن يطِعِ الرَّسولَ فَقَد أَطاعَ اللَّه "[14] "رسول اللہ ﷺ کی جس نے اتباع کی اس نے اللہ کی اتباع کی"

نیز سورۃ النساء ہی میں ایک اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

"ما أَرسَلنا مِن رَسولٍ إِلّا لِيطاعَ بِإِذنِ اللَّه"[15]

"ہم نہیں بھیجتے کوئی پیغمبر مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے"

جبکہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

"لَقَد كانَ لَكُم فى رَسولِ اللَّه أُسوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كانَ يرجُوا اللَّه وَاليومَ الاخر"[16]

"تحقیق اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں تمھارے لئے اچھا نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے ملاقات اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ کیسے انہوں نے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جسے انہوں نے غور سے نہ دیکھا ہو اور پھر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال نہ لیا ہو، یہی حالت تابعین اور اسلاف امت کی تھی۔ مگر اس کے برعکس انیسویں صدی میں شروع ہونے والا انکار حدیث کا فتنہ عقل کی روشنی میں مختلف اقسام وانواع میں حدیث کی حجیت کا انکاری ہے۔ کوئی صاف الفاظ میں کوئی دبے ہوئے الفاظ میں، کوئی یہ دعوی کررہا ہے کہ ہم تو حدیث کو مانتے ہیں مگر درحقیقت ان کے انکار کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ پہلوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہی دعوی جاوید احمد غامدی صاحب کا بھی ہے جو بظاہر حدیث کی حجیت کا دعوی کررہے ہیں مگر درحقیقت وہ حدیث کو پوری طرح نہیں مانتے۔ سنت کے حوالے سے جاوید احمد غامدی صاحب کے بارے میں دو باتیں ملحوظ خاطر رکھنی ضروری ہیں:

---

[14]۔ سورۃ النساء:۴:۸۰

Al Qur'ān:4:80

[15]۔ سورۃ النساء:۴:۶۴

Al Qur'ān:4:64

[16]۔ سورۃ الاحزاب:۲۱:۳۱

Al Qur'ān:31:21

پہلی بات: اُصول شریعت کی تشریعی حیثیت کے لحاظ سے ایک ہے حدیث رسول اکرم ﷺ جس کا دوسرا نام سنت ہے اس کو تمام اُمت محمدیہ شریعت کے اُصول میں سے ایک اُصول سمجھتی ہے اور اس سے استدلال کرتی ہے۔ جبکہ دوسرا ہے سنت ابراہیمی جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

"ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا"[17]

"پھر ہم نے تم پر وحی اُتاری کہ اے نبی تم دین ابراہیمی کی پیروی کرو جس نے اپنا رُخ اللہ کی طرف کیا ہے۔"

اس آیت کریمہ کا تقاضا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو شریعت و احکام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بھی بعض خاص احکام کے علاوہ اس کے مطابق رکھی گئی ہے۔اسی آیت کی تشریح حدیث رسول اکرم ﷺ میں یوں ملتی ہے: "بُعِثْتُ بالسَّمْحَةِ الْحَنَفِيَّةِ الْبَيْضَآء"[18]

"مجھے ایسے دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جو آسان، ہر باطل سے دور اور ایک روشن دین ہے۔"

الغرض صحت عقائد، مکارم اخلاق، دعوت و ارشاد کا حکیمانہ انداز، دلائل کی پختگی، بیان کی دل نشینی اور منکرین کے جور و جفاء کے مقابلہ میں حلم و بردباری یہ وہ سنت ابراہیمی ہے جس کی پیروی کا حکم اس آیت میں دیا جارہا ہے جس کی اس اُمت کے ہر شخص کو اس اسوہ ابراہیمی پر کاربند ہونا پڑتا ہے یہی جمہور علماء اُمت کا موقف ہے۔اب اُصول غامدی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے یہاں دو باتیں قابل غور ہیں پہلی بات یہ کہ غامدی صاحب حدیث اور سنت کے اندر فرق کرتے ہیں وہ یہ کہ حدیث نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کا نام ہے اس حوالے سے تو غامدی صاحب جمہور علماء اُمت کے برخلاف دوٹوک الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

"حدیث سے دین میں کسی عمل یا عقیدے کا اضافہ بالکل نہیں ہو سکتا۔"[19]

---

[17]۔ سورہ النحل: ۱۶: ۱۲۳

Al Qur'ān:16:123

[18]۔ الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳، ج:۱، ص:۷۴

San'āni, Abdul Razāq ibn e Hammām, al-Musannaf, Maktbah Islamī, Berūit, 1403, 1/74

[19]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۱۵

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 15

غامدی صاحب سنت کی تشریعی حیثیت تو نہیں مانتے البتہ اسے اپنانے کو اچھا سمجھتے ہیں اچھا سمجھنے کا مطلب ہے کہ دین اسلام میں اس کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے البتہ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو اچھی بات ہے مگر دین کا جزء اسے نہ سمجھے اسی وجہ سے ان کے یہاں حدیث کو ماننے کا بھی رواج ہے مگر اخلاقی طور پر نہ کہ بطور ماخذ شریعت۔

دوسری بات یہ کہ اہل سنت والجماعت کے یہاں تو سنت اور حدیث تقریبا دونوں ایک معنی میں مستعمل ہیں لیکن غامدی صاحب کہتے ہیں کہ سنت کا تعلق سنت ابراہیمی سے ہے یعنی اس کا اختصاص نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں البتہ آپ ﷺ نے اس کی تجدید فرمائی، جیسا کہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"سنت دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اُس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اُس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے قرآن میں آپ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔"[20] اسی وجہ سے تو جاوید احمد غامدی نے مختلف مقامات پر سنت کی تعداد مختلف لکھی ہیں میزان کے صفحہ نمبر ۱۴ پر ۱۷ ہے۔[21] میزان میں ایک اور مقام پر "رسوم وآداب" کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۶۴۲ میں تقریبا پندرہ لکھتے ہیں۔[22] اور سنت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"سنت صرف اور صرف دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جس کو نبی ﷺ نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا اور یہ قرآن سے مقدم ہے۔"[23]

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کے یہاں حدیث اور سنت میں فرق ہے حدیث کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے جب کہ سنت کا تعلق ابراہیم علیہ السلام سے ہے اور سنت ابراہیمی قرآن سے مقدم ہے جب کہ حدیث کو تو حجت ہی نہیں مانتے بایں معنی کہ اس سے دین میں کوئی کمی بیشی کا امکان ہی نہیں ہے۔

---

[20]۔غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور، دار الاشراق، ۲۰۰۲ء، ص:۵۵
Ghāmdī, Javed Ahmad, Maqāmāt, Dār ul Ishrāq, Lahore, 2002, 55

[21]۔غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور، دار الاشراق، ۲۰۰۲ء، ص:۵۵
Ghāmdī, Javed Ahmad, Maqāmāt, Dār ul Ishrāq, Lahore,2002,55

[22]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۶۴۲
Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 642

[23]غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۱۴
Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 14

خلاصہ بحث یہ کہ شریعت میں سنت کا جو اُصول ہے اس کو غامدی صاحب بھی مانتے ہیں اور دیگر جمہور علماء اُمت بھی مانتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ جمہور سنت کو سنت رسول اکرم ﷺ اور سنت ابراہیمی دونوں شکلوں میں مانتے ہیں اور سنت ابراہیمی کو ماننے کی وجہ جمہور کے یہاں یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں ان کے ماننے کا حکم آیا ہے گویا کہ اصل ماخذ قرآن اور حدیث ہے جب کہ غامدی صاحب اسے براہ راست ماخذ اور اُصول شریعت مانتے ہیں وہ اسے قرآن اور حدیث کے حکم کے تابع نہیں سمجھتے ہے۔

۳۔ نبیوں کے صحائف:

جاوید احمد غامدی صاحب کے اُصول میں سے تیسرا اُصول گذشتہ انبیاء کے صحائف اور ان کی کتابیں ہیں اس اُصول میں بھی جمہور علماء اُمت غامدی صاحب کے ساتھ متفق ہیں مگر فرق یہ ہے کہ غامدی صاحب ان کو کسی کے تابع کئے بغیر براہ راست مانتے ہیں اور ان کا نزول چونکہ قرآن سے پہلے ہوا ہے اس لئے فقہی مسائل کے استدلال میں ان کو مقدم سمجھتے ہیں جیسا کہ "میزان" نامی کتاب میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ یہود و نصاریٰ کے فکر و عمل سے ہوگا تو قرآن کے بجائے یہود و نصاریٰ کے متواتر عمل کو ترجیح ہو گی۔[24]

جب کہ جمہور اُمت ان صحائف اور کتب کو اس لئے قابل استدلال سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان کے ماننے کا حکم دیا ہے اور ان کو براہ راست قابل استدلال نہیں مانتے ان صحائف اور کتب کو براہ راست نہ ماننے کی علت اور سبب بتاتے ہوئے علامہ ابو بکر جصاص ؒ لکھتے ہیں:

"لَايَلْزَمُنَا الِاقْتِدَاءُ بِمَنْ كَانَ قَبْلَ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَرَائِعِهِمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا مَبْعُوثِينَ إِلَيْنَاوَإِنَّمَا الْمَبْعُوثُ إِلَيْنَا نَبِيُّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّمَا يَلْزَمُنَا شَرِيعَتُهُ خَاصَّةً دُونَ شَرَائِعِ غَيْرِهِ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمْ السَّلَامُ"[25]

"گذشتہ انبیاء کی شرائع میں ان کی اتباع ہمارے اوپر لازم نہیں ہے کیونکہ وہ ہماری طرف نہیں بھیجے گئے بلکہ ہماری طرف تو ہمارے اپنے نبی ﷺ بھیجے گئے ہیں اس لئے ہم پر اپنے نبی کی اتباع لازم ہے نہ کہ کسی اور نبی کی اتباع"

24۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص: ۴۱

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān,41

25۔ رازی ابو بکر جصاص، أحمد بن علي، الفصول في الأصول، کویت، وزارۃ الأوقاف، ۱۴۱۴ھ۔، ج: ۳، ص: ۱۹

Rāzī, Abū Bakar Jasas, Ahmad ibn e Alī, -al-Fosūl fīl osūl, Kowaīt,Wazarat-al-Awqāf, 1414 HA, 3/19

"الفصول فی الوصول" نامی کتاب میں علامہ ابو بکر جصاص حنفی ایک اور مقام پر گذشتہ انبیاء کے صحائف اور کتب کی اقتداء کو شریعت اسلام میں لازم نہ سمجھنے کی علت اور سبب کے بارے میں رقمطراز ہے:

"لِأَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ غَيَّرُوا كَثِيرًا مِنْ أَحْكَامِهِ وَبَدَّلُوهَا"[26]

"کیونکہ اہل کتاب نے تو بہت سارے احکام تبدیل کر دیئے"

اور ان انبیاء کی جو شریعتیں ہیں رسول اللہ ﷺ کی نئی شریعت کی وجہ سے منسوخ ہیں البتہ اہل کتاب یعنی گذشتہ انبیاء کی کتب اور صحائف کے وہ احکام جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور ان کا حکم دیا ہے وہ منسوخ نہیں ہیں ان کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اس اُمت کے لئے بھی لازم ہے جیسا کہ تمام علماء اُمت نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے علامہ کاسانی حنفی اپنی شہرہ آفاق کتاب "البدائع الصنائع" میں رقمطراز ہیں:

"وَمَاقَصَّ اللَّهُ عَلَيْنَامِنْ شَرَائِعِ مَنْ قَبْلَنَامِنْ غَيْرِنَسْخٍ يَصِيرُ شَرِيعَةً لَنَا مُبْتَدَأَةً وَيَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَتُنَا لَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةُ مَنْ قَبْلَنَا"[27]

"جو احکام گذشتہ انبیاء کے اللہ تعالی نے بغیر کسی نسخ کے ہمیں بیان کیئے ہیں وہ ہماری شریعت کا حصہ ہیں اور ہمارا ان پر عمل کرنا لازم ہے اس وجہ سے کہ اس وقت وہ ہماری ہی شریعت ہے نہ کہ گذشتہ انبیاء کی شریعت ہونے کی وجہ سے قابل عمل ہے"

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صحائف انبیاء کے احکام اس اُمت کے لئے تب ہی قابل عمل ہیں جب اس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہو۔ لہذا اس طرح ان انبیاء کی شریعتوں پر براہ راست عمل نہ ہوا بلکہ صرف اس وجہ سے یہ فقہ کا ماخذ اور اُصول شریعت بنا کہ اس کا حکم ہماری شریعت محمدی نے ارشاد نبوی ﷺ کی شکل میں دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا بطور نئی شریعت ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی بات کو علامہ ابو بکر جصاص نے یوں بیان فرمائی ہے:

"كُلُّ مَا ثَبَتَ مِنْ شَرَائِعِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا لَمْ يَثْبُتْ نَسْخُهُ فَهُوَلَازِمٌ لَنَا"[28]

---

[26]۔ ایضا، ص:۲۰

Ibid, p 20

[27]۔ کاسانی، علاءالدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ج:۴، ص:۱۷۳

Kāsanī, Alaudīn, Abū bakar ibn e Masoūd, Baday u Sanaye, Berūit, Dār ul kutob-ul-Ilmiah, 1406, 4/173

[28]۔ رازی ابو بکر جصاص، احمد بن علي، الفصول في الاُصول، ج:۳، ص:۱۹

"گذشتہ انبیاء کی شریعتوں کے وہ احکام جن کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ منسوخ نہیں ہیں وہ ہم پر بھی لازم ہیں"

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب اہل کتاب کی کتب اور صحائف کو براہ راست ماخذ شریعت اور اُصول فقہ میں سے ایک اُصول سمجھتے ہیں اور قرآن پر اسے فوقیت اور برتری دیتے ہیں، جب کہ جمہور اہل اسلام ان کو براہ راست ماخذ شریعت اور اُصول فقہ نہیں سمجھتے بلکہ اس وجہ سے اُصول فقہ سمجھتے ہیں کہ ہماری شریعت اسلام اور حدیث رسول اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

۴۔قرآن:

غامدی صاحب کے فقہی احکام کے استنباط کے اُصول میں سب سے آخری اور کمزور اُصول چوتھے درجے میں قرآن کریم ہے غامدی صاحب کے یہاں قرآن کی حیثیت جمہور اُمت کے مقابلے میں کم ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"سنت صرف دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا اور یہ قرآن سے مقدم ہے۔ اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ یہود و نصاریٰ کے فکر و عمل سے ہوگا تو قرآن کی بجائے یہود و نصاریٰ کے متواتر عمل کو ترجیح ہوگی۔"[29]

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات یہ کہ سنت ابراہیمی جس کا حکم قرآن نے دیا ہے وہ قرآن سے مقدم ہے دوسری بات یہ کہ یہود و نصاری کا عمل بھی قرآن سے مقدم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب جناب جاوید احمد غامدی صاحب قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہیں تو اسے تورات و انجیل اور عقل کے تابع بنا کر عقلی تاویلات کرتے ہیں جو کہ اگر صرف تاویل کی حد تک محدود ہوتی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا جب کہ یہاں تو تاویل سے کہیں بڑھ کر تحریف ہو جاتی ہے جو کہ شریعت اسلام اور تفسیر، خاص کر قرآن کی حقیقت کو مسخ کر دینے کے مترادف ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب کے تفسیری رجحانات عموماً عقلی ہی ہیں، وہ ہر چیز کی عقل پسند تشریح کے خوگر ہیں کیونکہ غامدی صاحب کا خیال ہے کہ قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب کا سب عقل کے

Rāzī, Abū Bakar Jasas, Ahmad ibn e Alī, -al-Fosūl fīl osūl, 3/19

[29]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص: ۱۴

Ghāmdī, Javed Ahmad, Mīzān, 14

موافق ہے،اس کے لئے وہ عقل کو اصل کسوٹی اور معیار بنا کر قرآنی آیات کو اس پر پرکھتے ہیں، خواہ وہ عقلی توجیہ صحیح روایت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اس کی ایک مثال جو آپ کی تفسیر کے حوالے سے زیادہ شہرت کی حامل ہے وہ درج ذیل ہے:

"سورۂ کافرون کے بعد اور سورہ لہب سے پہلے یہاں اس سورۃ (النصر) کے مقام سے واضح ہے کہ سورۂ کوثر کی طرح یہ بھی، اُمّ القریٰ مکہ میں رسول اللہ کی دعوت کے مرحلہ ہجرت میں آپؐ کے لئے ایک عظیم بشارت کی حیثیت سے نازل ہوئی ہے۔"[30]

اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہے کہ سورۃ النصر ہجرت سے پہلے مکہ میں ہی نازل ہوئی ہے بالفاظ دیگر غامدی صاحب کی نظر میں یہ سورۃ مدنی ہے جو کہ ازل سے ابد تک جمہور امت، صحابہ، تابعین اور خاص کر غامدی صاحب کے اساتذہ کی رائے کے خلاف ایک منفرد عقلی رائے ہے۔ دیگر مفسرین کی تفسیر کی روشنی میں یہ بحث طویل ہو جائیگی لہذا یہاں صرف بطور نمونہ، غامدی صاحب کے استاد گرامی قدر امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن کی تفسیر سے ایک جھلک پیش خدمت ہے: "ہجرت اور فتح و نصرت کے درمیان یہی وہ رشتہ ہے جس کے سبب سے یہ سورۃ جو بالاتفاق مدنی ہے ایک مکی سورۃ کی مثنیٰ قرار پائی۔ اس سورۃ کے زمانۂ نزول سے متعلق دو قول ہیں: ایک یہ کہ فتح مکہ کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں یہ سب سے آخری سورۃ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ فتح مکہ سے پہلے اس کی بشارت کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ میرے نزدیک اسی دوسرے قول کو ترجیح حاصل ہے۔"[31]

اپنے اس تفسیری قول کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ اس تناظر میں یہ پہلو دلچسپ ہے کہ کیا وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کو اس کی نزولی ترتیب کی بجائے الگ سے ایک خاص ترتیب سے مرتب کروایا اور اس ترتیب کی خلاف ورزی کی اجازت قطعاً نہیں دی گئی۔ اگر کتابت میں اس ترتیب کا ہونا لازم ہے تو فہم قرآن میں اس کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔ اگر قرآن کو شان نزول سے ہی سمجھنا اہم ہوتا تو قرآن کو ترتیب نزول سے ہی مرتب کروایا جاتا۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے اس میں موجود نظم ہی درست طریقہ ہو سکتا ہے۔

---

[30]۔ غامدی، جاوید احمد، تفسیر البیان، لاہور، دار الاشراق، ۲۰۱۰، ج:۳، ص:۲۳۱
Ghāmdī, Javed Ahmad, Tafsīr Al-Biyiān, Dār ul Ishrāq, Lahore, 2010, 3/231

[31]۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۶۱۵
Islah, Amin, Ahsan, Tadabur-e-Qurān, Fāran Foundation, Lahore, 2009, 615

اس کے علاوہ متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں نص کو رد کر کے اپنی عقل کی روشنی میں آیت کریمہ کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ غامدی صاحب سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ میں حلت اور حرمت کا معیار بناتے اور بتاتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہیں:

"انماحرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر ومآ اهل به لغیرالله فمن اضطرغیر باغ ولاعاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم-"[32]

"اللہ نے تمھارے اُوپر میتہ (مردار)، خون، خنزیر کا گوشت اور اللہ کے علاوہ کے نام سے ذبح کیئے ہوئے جانور کو حرام کیا پس جو مجبور ہو جائے نہ اس میں لذت کا طالب ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس کو ان چیزوں کے کھانے میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔"

جناب غامدی نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے حلت و حرمت کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کیا ہے کہ:

> "کھانے پینے کی چیزوں میں قرآن نے اصلا یہ چار ہی چیزیں حرام قرار دی ہیں ان کے علاوہ جو چیزیں کھانے کیلئے موزوں نہیں سمجھی جاتیں وہ ممنوعاتِ فطرت ہیں"[33]

میزان نامی کتاب میں ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "وہ (انسان) ہمیشہ سے جانتاہے کہ شیر، چیتے، ہاتھی اور گدھے دستر خوان کی لذت کیلئے نہیں، بلکہ سواری کیلئے پیدا کیے گئے ہیں ان جانوروں کے بول و براز کی نجاست سے بھی وہ پوری طرح واقف ہے۔ نشہ آور چیزوں کی غلاظت کو سمجھنے میں بھی اس کی عقل عام طور پر

---

[32]۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۱۷۳

Al Qur'ān :2:173

[33]۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ص: ۳۷

Ghāmdī,Javed Ahmad,Mīzān, 37

صحیح فیصلہ کرتی ہے۔ چنانچہ خدا کی شریعت نے اس معاملے میں انسان کو
اصلاًاس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے"[34]

خلاصہ کلام یہ کہ جاوید احمد غامدی صاحب قرآن کو بطور ماخذ شرعی کے مانتے ہیں مگر جمہور مفسرین سے فرق صرف اتنا ہے کہ جمہور قرآن کو شریعت کے اُصول میں پہلا نمبر دیتے ہیں جب کہ غامدی صاحب اسے چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ استدلال میں بھی اسے چوتھے نمبر پر رکھتے ہیں یعنی جب قرآن کریم کا غامدی صاحب کے کسی اور ماخذ سے تعارض آجائے تو ان ماخذ اور اُصول کو قرآن پر ترجیح دیتے ہوئے قرآن میں کوئی تاویل کرتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کی امثلہ پیش کر دی گئیں ہیں۔

خلاصہ بحث:

اس مقالے میں جاوید احمد غامدی صاحب کے اصول استنباط اور اس کے ضمن میں ان کی کچھ فقہی آراء اور افکار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جہاں ایک طرف جمہور فقہائے امت کے نزدیک اصول اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس) ہیں، وہیں دوسری طرف جاوید احمد غامدی صاحب کے اپنے اصول اربعہ (فطرت، سنت، ما قبل صحائف اور قرآن) ہیں، مقالہ ہذا میں تفصیل سے غامدی صاحب کے ان اصولوں کی ان کی اپنی عبارات کی روشنی میں وضاحت کر کے اس پر مختصر، مگر جامع تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا ہے کہ ان اشیائے اربعہ کو مستقل طور پر مأخذ شریعت قرار دینا نہ صرف شرعی بنیادوں کے خلاف ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عقلی طور پر یہ امور شریعت کے مأخذ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔

تجاویز وسفارشات

اس آرٹیکل کو لکھتے وقت درج ذیل سفارشات سامنے آئیں:

۱۔ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے فقہی اصول کا جمہور فقہاء کرام اور خاص کر آئمہ اربعہ سے تقابل کرایا جائے۔
۲۔ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے فقہی اصول کا پس منظر کا تتبع کیا جائے۔
۳۔ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے فقہی اصول کے محرکات کو تلاش کیا جائے۔

---

[34] غامدی، جاوید احمد، میزان، ص: ۶۳۳

Ghāmdī, javed Ahmad, Mīzān, 633

۴۔اس بات کی جستجو کی جائے کہ اگر غامدی صاحب کے ان اصولوں پر عمل کیا جائے تو کیا اثرات مرتب ہونگے۔

نتائج بحث

زیر نظر موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس کے حسب ذیل نتائج بر آمد ہوئے:

۱۔جناب غامدی صاحب کے فقہی اصول اُمت میں ایک تفرد ہے یعنی یہ اصول کسی نے نہیں اپنائے ہیں۔

۲۔غامدی صاحب کے فقہی اصول ایک دوسرے سے بھی متصادم ہیں اور ہر اصول فروعی مسائل میں اسی اصل کے برخلاف نظر آتا ہے۔

۳۔ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں اصول میں تفردات موجود ہیں وہاں فروعی مسائل بھی اُمت سے الگ تھلگ ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License